آج ہم کہاں کھڑے ہیں، کیوں کھڑے ہیں؟

عبدالرشید ارشد (جوہر آباد)

آج ہم جہاں کھڑے ہیں، یہ مقام ہر حساس دل کو خون کے آنسو رلانے کے لیے کافی ہے۔ آج ہم جہاں کھڑے ہیں ہمیں کسی غیر نے انگلی پکڑ کر لا کھڑا نہیں کیا۔ یہ اپنوں کی کاشت کردہ فصل ہے جو ہم کاٹ رہے ہیں، کاٹنے پر مجبور ہیں۔

اس گھر کی خاک اُڑانے میں گھر والوں کا بھی حصہ ہے
دو چار برس کی بات نہیں یہ نصف صدی کا قصہ ہے

آج سینۂ دھرتی پر بہشت، وادی سوات لہولہان ہے، جل رہی ہے۔ بلوچستان کا خطہ انتہائی خطرناک لاوا اگل رہا ہے۔ عروس البلاد کراچی سلگ رہا ہے بلکہ کبھی کبھی اٹھتے شعلے کچھ قیمتی جانوں کا نذرانہ بھی وصول کرتے ہیں۔ فاٹا قبائل کے محبِّ وطن خاک وخون میں لتھڑے دیکھے جا رہے ہیں۔ ان کے گھر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

ملک کی مسلح افواج قوم کا قیمتی ترین اثاثہ ہوتی ہیں۔ دفاعِ وطن اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ فوج اُس وقت تک دفاعِ وطن کے تقاضے کما حقہ پورے کر ہی نہیں سکتی جب تک کہ قوم سیسہ پلائی دیوار بن کر اُس کی پشت پر کھڑی نہ ہو۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ اس کا بیّن ثبوت فراہم کرتی ہے۔ آج سوات اور فاٹا میں فوجی آپریشن فوج کو عظیم ترین نقصان سے دوچار کر رہا ہے۔ پہلا نقصان فوج کے جوانوں کی قیمتی جانیں اور وہ اسلحہ ہے جو پاکستان کے ازلی دشمن کے خلاف مؤثر دفاع کی ضرورت تھی اور ضرورت ہے، یہ ضائع ہو رہا ہے۔ دوسرا نقصان عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی لمحہ لمحہ وسیع ہوتی خلیج ہے۔ آپریشن کے دوران مرنے والے جوانوں کی لاشیں جب اُن کے آبائی وطن پہنچتی ہیں تو تمام تر ''فوجی اعزاز'' کے باوجود عوام میں نفرت کا بیج اُگتا ہے۔ یہ نفرت ملک کے اجتماعی مفاد کے لیے زہر قاتل ہے۔ یہ زہر پھیلانے میں دشمن کامیاب ہے۔

مذکورہ صورتحال ہمہ جہت بداثرات مرتب کر رہی ہے اور ان بداثرات کی ''ماں'' مایوسی ہے جو کبھی بھی کسی فرد، کسی معاشرہ اور کسی ملک کے لیے خیر وبرکت کا سبب نہیں رہی۔ مایوسی ڈولتی نیّا کو سہارا دینے کے بجائے ڈبوتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان اور اس کے نظریاتی تشخص کے دشمن ہر قیمت پر مایوسی کے گھمبیر سائے پھیلا کر قوم کو مفلوج کرنے

کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔ یہ دشمن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک ''گھر کے مکینوں'' میں سے انھیں کوئی مددگار نہ ملیں اور ہمارا ملک ایسے مددگار فراہم کرنے میں مثالی ریکارڈ رکھتا ہے۔ نصف صدی کی تاریخ کا ہر ورق اس پر گواہ ہے اور ہر باشعور بھی گواہ ہے۔

آج ہم جہاں کھڑے ہیں، ہم یہاں تک کیوں کر پہنچے؟ اس بنیادی سوال کا جواب تلاش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ اس ضمن میں ہمارے رویے ہی ہم پر گواہ ہیں۔ بعینہ اسی طرح جیسے محشر میں انسانی اعضاء اس پر گواہ ہوں گے۔ ان رویوں کو کوئی دوسرا ہوا تو دے سکتا ہے مگر ان کی ''ملکیت'' پر ہماری ہی اجارہ داری مسلمہ حقیقت ہے۔ مثلاً:

☆ حُب الوطنی پر حُبِ جاہ و مال ہر دور میں چھائی رہی۔ یہاں تک کہ امریکہ جیسے ''جگری یار'' کی عدالت میں کسی نے کہا کہ پاکستانی تو پیسے کے لیے اپنی ماں فروخت کر دیتے ہیں، ہم خاموش رہے۔

☆ حُبِ جاہ و مال کے غلبہ نے ہم سے قومی و ملی حمیت وغیرت چھین لی۔ یہاں تک کہ اسرائیلی وزیر نے علی الاعلان کہا کہ اب مسلمانوں میں کوئی عمرؓ، کوئی صلاح الدین ایوبیؒ نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں اب کسی کا ڈر نہیں ہے۔

☆ چرچل نے دوسری جنگِ عظیم میں تباہ ہوتے برطانیہ پر ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ اگر برطانیہ کی عدالتیں انصاف کر رہی ہیں تو برطانیہ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہماری عدالتیں پچاس سال میں انصاف کا ریکارڈ رکھنے میں ناکام رہیں۔

☆ ملت کی بنیادیں نظامِ تعلیم کے ریاست کے نظریاتی تشخص کے ساتھ ہم آہنگ ہونے سے مشروط ہوتی ہیں مگر ہم نے امکانی کوشش کی کہ ملک میں نظریۂ پاکستان سے ہم آہنگ نظامِ تعلیم وتربیت جاری وساری نہ ہو۔

☆ نظامِ تعلیم وتربیت ہی کے ضمن میں دینی تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کی اہمیت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا مگر ہمارے دینی مدارس نے بڑے اہتمام کے ساتھ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ ''فاضلین'' کی کھیپ تیار کرنے پر توجہ دی۔

☆ حُبِ مال اپنی انتہاؤں کو چھو رہی ہے اور مسلمان کہلوانے والے حکمرانوں کے متعلق Do More لطیفہ بن گیا ہے۔ مثلاً اسلام دشمن امریکہ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ Do More یعنی اور زیادہ مسلمان مارو تو جواباً پاکستانی حکمران بھی کہتا ہے کہ Do More یعنی اور زیادہ ڈالر معاوضے میں دو۔ دوطرفہ Do More نے ملک کو بربادی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔

☆ حُبِ جاہ و مال کے ضمن میں کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم نے ۳۵، ۳۵ اور ۴۰، ۴۰ لاکھ ماہوار تنخواہوں اور اسی قدر ماہانہ مراعات پر مختلف محکموں، کارپوریشنوں میں سفید ہاتھی باندھ رکھے ہیں جب کہ ملک کا حقیقی سرمایہ یعنی اصل کارندے معلمین ہوں یا صنعتی مزدور و کسان ہوں، نانِ جویں کو ترستے، بچے اور گردے فروخت کرتے

دیکھے جاتے ہیں۔

☆ یہ بھی حُبِ جاہ ومال ہی ہے کہ ہم ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف، لندن، پیرس کلب یا ایشین بینک سے اُن کی پسندیدہ اور ہمارے لیے خالصتاً عوام دشمن، ملک دشمن شرائط پر قرض پر قرض لیے جاتے ہیں۔ اس ''یقین'' کے ساتھ کہ یہ قرض ہمارے بعد آنے والوں نے ادا کرنا ہے جب کہ ہم نے تو اس قرض پر ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کے مصداق حکمرانی کے مزے لوٹنے ہیں۔ یہ عملاً لوٹے جا رہے ہیں، قوم گواہ ہے۔

☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان غالبًا دنیا میں پہلی مثال ہے۔ جہاں صوبائی اور وفاقی سطح پر وزیروں، مشیروں کی فوج موجود ہے اور مزید ''بھرتیوں'' کے لیے نت نئے محکمے تخلیق کیے جارہے ہیں اور پھر ہر محکمے کے وزیر کے لیے ایک سیکرٹری، ایڈیشنل اور ڈپٹی سیکرٹری، سیکشن آفیسرز پھر دوسرا ماتحت عملہ اور اُن کے لیے دفاتر، گاڑیاں اور نہ جانے کیا کیا مراعات طے کی جاتی ہیں۔ قومی خزانہ اس بوجھ کا متحمل نہیں ہو پاتا۔ ان بھرتی ہونے والوں کے تمام اَللّے تللّے یا تو قرض سے نبھتے ہیں یا قوم کا خون ٹیکسوں کے ذریعے نچوڑ کر پورے کرنے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

مذکورہ طرز کے اسباب وعلل کی ایک طویل فہرست ہے۔ جنھوں نے آج قوم کو بند گلی میں لا کھڑا کیا کہ گھمبیر صورتحال میں نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کیفیت ہر ذی شعور کے سامنے ہے۔ اس صورتحال کے ذمہ دار جہاں سیاست دان اور علماء کرام ہیں، وہیں عوام بھی بری الذمہ قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ عوامی قوت کے سامنے بڑے سے بڑا فرعون صفت حکمران نہیں ٹھہر سکتا۔ مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایران کا رضا شاہ پہلوی امریکی بیساکھیوں کے سبب اپنے آپ کو مضبوط ترین حکمران سمجھتا تھا مگر ایرانی عوام کی قوت نے اُسے بے یارو مددگار فرار پر مجبور کر دیا۔ دور نہ جائیں اپنے وطن میں ۱۶ر مارچ سے پہلے حکمرانوں کی اکڑی گردن میں بل نہ آتا تھا مگر ۱۶ر مارچ کو عوامی یکجہتی نے اکڑی گردن والے حکمران کا پِتہ پانی کر دیا اور وہ اُس شخص کو بحال کرنے پر مجبور ہو گیا جس کا نام لے کر وہ کہتا تھا کہ یہ کبھی بحال نہیں ہو سکتا۔ اس قوت کو بروئے کار لانے کے لیے مؤثر کردار احساسِ ذمہ داری سے سرشار علمائے کرام کر سکتے ہیں یا بے داغ کردار والے محبِّ وطن سیاست دان کر سکتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف بھارت، اسرائیل اور امریکہ کا اتحاد ثلاثہ تو ہے ہی مگر اس خارجی اتحاد کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ملک کے اندر ایک طرف ایم کیو ایم ہے تو دوسری طرف پیپلز پارٹی کی اعلیٰ سطحی قیادت میں سے بعض شخصیات جو ملک سے زیادہ ڈالروں سے محبت کرنے والے ہیں۔ ثانی الذکر کی سرکوبی پارٹی کے مخلص اور محبِّ وطن کارکن کر سکتے ہیں کہ یہ اُن کی حب الوطنی کا امتحان ہے اور اس طرح ''پاک کی گئی'' یہ حکمران پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم سے اچھی طرح نبٹ سکتی ہے تا آنکہ ایم کیو ایم کا فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ ایم کیو ایم کے لوگ ہیں جو بھارتی ''را'' سے